



1992 میں ہوئی Earth Summit کی وجہ سے ماحولیاتی مسائل نے عالمی سیاست میں مرکزی حیثیت حاصل کر لی ہے۔ اوپر کی تصویروں میں بارانی جنگلات اور چرنگ کے علاقے دکھائے گئے ہیں۔



5272CH08

## باب 8 ماحولیات اور قدرتی وسائل

### اجمالی نظر

یہ باب عالمی سیاست میں ماحول کی بڑھتی ہوئی اہمیت اور وسائل کے مسائل کا جائزہ لے گا۔ اور کچھ ماحولیاتی تحریکوں کا تقابلی زاویہ نظر سے بھی تجزیہ کرے گا جو 1960 کے عشرے کے بعد سے ماحولیات کے پس منظر میں سامنے آئیں۔ وسائل کی مشترک ملکیت کے خیالات اور عالم گیر پیمانے کے مشترکہ وسائل بھی زیر بحث آئیں گے۔ ہم مختصر طور سے حال ہی میں ماحولیات پر ہوئی بحثوں میں ہندوستان کے موقف کا تذکرہ بھی کریں گے۔ اس کے بعد وسائل کی دوڑ میں جغرافیائی سیاست کا ذکر ہوگا۔ اس باب کا خاتمہ ہم سرسری طور پر معاصر سیاست کے نظریے سے مقامی لوگوں کے اندیشوں اور اٹھتی ہوئی آوازوں پر روشنی ڈالتے ہوئے کریں گے۔

## عصری عالمی سیاست

ڈالیں۔ کیا آپ کے خیال میں ان کو عصری سیاست میں جگہ مل سکتی ہے؟

■ دنیا بھر میں قابل کاشت زمین میں اضافہ نہیں ہو رہا ہے اور موجودہ زرعی زمین کا ایک اچھا خاصا حصہ اپنی زرخیزی سے بھی محروم ہوتا جا رہا ہے۔ گھاس کے میدانوں سے ان کی پیداوار سے زیادہ وصولا جا رہا ہے اور زیادہ سے زیادہ مچھلیاں پکڑی جا رہی ہیں۔ پانی کے ذخائر میں کمی اور آلودگی کی وجہ سے غذائی پیداوار کافی محدود ہو گئی ہے۔

■ UNDP کی 'فروغ انسانی رپورٹ 2006' کے مطابق ترقی یافتہ ممالک میں تقریباً 1.2 بیلیون لوگوں کی صاف پانی تک رسائی نہیں ہے اور 2.6 بیلیون لوگ صفائی کی بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں جس کی وجہ سے ہر سال تیس لاکھ بچوں کی موت واقع ہوتی ہے۔

■ قدرتی جنگلوں کو کاٹا جا رہا ہے اور لوگ اپنی بستیوں سے ہٹائے جا رہے ہیں۔ حالانکہ یہ جنگل آب و ہوا میں یکسانیت اور پانی کی فراہمی میں اعتدال قائم رکھتے ہیں اور ساتھ ہی اس زمین پر پائی جانے والی مختلف النوع جانداروں کی اکثریت کو پناہ دیتے ہیں لیکن ان کا نقصان ہنوز جاری ہے کیونکہ جہاں یہ اقسام زیادہ پائی جاتی ہیں وہاں ان کی رہائش گاہوں اور مسکنوں کو تباہ کیا جا رہا ہے۔

■ زمین کی فضائے متغیرہ میں (جس کو عام طور سے ozone hole کہا جاتا ہے) ozone کی کل مقدار میں آہستہ لیکن مسلسل کمی کے باعث ماحولیاتی نظام اور انسانی صحت کے لیے زبردست خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔

■ اس کے علاوہ ساحلی آلودگی بھی عالمی پیمانے پر

## عالم گیر سیاست میں ماحولیاتی تشویشیں

اس کتاب میں ہم نے عالمی سیاست پر بحث کی ہے لیکن اس کو جنگوں، معاہدوں، ریاستی قوت کا عروج و تنزل، بین الاقوامی میدان میں عوام کی منتخب شدہ حکومتوں کے تعلقات اور بین الحکومتی تنظیموں کے کردار تک محدود رکھا ہے۔ ساتویں باب میں ہم نے موضوع کو کچھ اور وسعت دی اور وباؤں اور غربت کے تذکرے کو بھی اس میں شامل کر لیا۔ اور یہ ایسا مشکل کام بھی نہیں تھا کیونکہ ہم سب کو معلوم ہے کہ حکومتوں کا کام ان پر قابو پانا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ عصری سیاست کے زمرے میں آتے ہیں؟ لیکن آئیے اب کچھ اور مسائل پر نظر



جنگلات میں سیاست! پانی میں سیاست! ماحولیات میں سیاست! پھر آخر غیر سیاسی کیا ہے؟



بحرِ اراک کے نزدیک ہزاروں لوگوں کو اپنا گھر چھوڑنا پڑا کیونکہ زہریلے پانی کی وجہ سے مچھلیوں کی تجارت بالکل تباہ ہو گئی تھی۔ جہاز رانی اور اس سے متعلقہ دیگر سرگرمیاں بھی ختم ہو گئیں۔ زمین پر نمک کے بڑھتے ہوئے ارتکاز سے فصلوں میں غلہ بھی کم آگا۔ اس سلسلے میں متعدد مطالعات کیے گئے ہیں۔ بلکہ اس سلسلے میں مقامی لوگ یہ لطفہ بھی سناتے ہیں کہ اگر ہر وہ شخص جو بحرِ اراک کے مطالعہ کے لیے آیا، ایک باٹی پانی بھی ساتھ لے کر آتا تو اب تک سمندر بھر چکا ہوتا۔

ماخذ: www.gobertimes.org



© Ares, Cagle Cartoons Inc. (کارٹون) عالم گیر درجہ حرارت میں اضافہ

آپ کے خیال میں انگلیوں کو چمبیوں کی طرح اور دنیا کو لائٹ بولوں بنا دیا گیا ہے۔

حدود (Limits to Growth) شائع کی جس میں زمین کے گھٹنے اور معدوم ہوتے ہوئے وسائل کی دنیا کی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کے مقابلے میں بڑی ڈرامائی تصویر کشی کی۔ بین الاقوامی تنظیموں نے جن میں اقوام متحدہ کا ماحولیاتی پروگرام (United Nations Environment Programme) بھی شامل ہے۔ کانفرنسیں منعقد کرنا شروع کیں۔ اور اس تفصیلی تحقیق میں لگ گئیں کہ ماحولیاتی مسائل کا مربوط اور عملی سامنا کیسے کیا جاسکتا ہے۔ اس وقت سے ماحول عصری سیاست کا ایک اہم جز بن کر ابھرا ہے۔

ماحولیاتی مسائل پر عالمی سیاست میں بڑھتی ہوئی توجہ اس وقت اور مستحکم ہو گئی جب 1992 میں برازیل کے شہر Rio de Janeiro میں اقوام متحدہ کی کانفرنس (Environment & Development) منعقد ہوئی۔ اسی کو Earth

ان خبروں کے تراشے جمع کیجیے جنہیں آپ کے اپنے علاقے میں سیاست اور ماحولیات کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑا گیا ہو۔

آئیے دیکھیں

## ماحولیات اور قدرتی وسائل

بڑھ رہی ہے۔ اگرچہ کھلے سمندر مقابلتاً صاف ہیں لیکن زمین پر ہونے والی سرگرمیوں کے باعث ساحلی علاقے زیادہ سے زیادہ آلودہ ہوتے جا رہے ہیں۔ اور اگر انہیں روکا نہیں گیا تو دنیا بھر میں ساحلی علاقوں میں پھیلی ہوئی یہ وسیع انسانی بستیاں سمندر کے ماحول کے معیار میں اور زیادہ گراؤ کا سبب بن سکتی ہیں۔

آپ یہاں یہ سوال کر سکتے ہیں کہ کیا ہم قدرتی مظاہر کے بارے میں گفتگو نہیں کر رہے ہیں؟ جسے سیاست کے بجائے جغرافیہ میں پڑھایا جانا چاہیے، لیکن اس پر ایک بار پھر غور کیجیے۔ اگر مختلف حکومتیں اس ماحولیاتی تنزل کو جو اس باب میں گنائے گئے ہیں، روکنے کی کوشش کرتی ہیں تو اس کے نتائج بہر حال سیاسی ہوں گے۔ اس کے علاوہ ان میں زیادہ تر مسائل ایسے ہیں کہ محض ایک اکیلی حکومت ان پر توجہ نہیں دے سکتی۔ لہذا ان کا عصری سیاست کا حصہ بننا لازمی ہے۔ اگر مزید غور و فکر کیا جائے تو ماحولیات اور قدرتی وسائل کے مسائل حقیقت میں سیاسی ہی نظر آتے ہیں۔ ماحولیاتی تنزل کا ذمہ دار کون ہے؟ اس کی قیمت کون چکاتا ہے؟ اس کی اصلاح کا ذمہ دار کون ہے؟ زمین کے قدرتی وسائل پر کس کو کتنا اختیار ہے؟ یہ سب مل کر یہی سوال اٹھاتے ہیں کہ اصل میں کون کتنا طاقت ور ہے اور یہ سب اہم سیاسی سوالات ہیں۔

حالانکہ ماحولیاتی تشویشوں کی تاریخ کافی طویل ہے۔ لیکن معاشی فروغ کے ماحولیاتی نتائج کے بارے میں بیداری 1960 کے بعد ہی سے آنی شروع ہوئی۔ 1972 میں 'دی کلب آف روم (The Club of Rome) (Rome) 'انجمن دانشوران' نے ایک کتاب 'فروغ کی

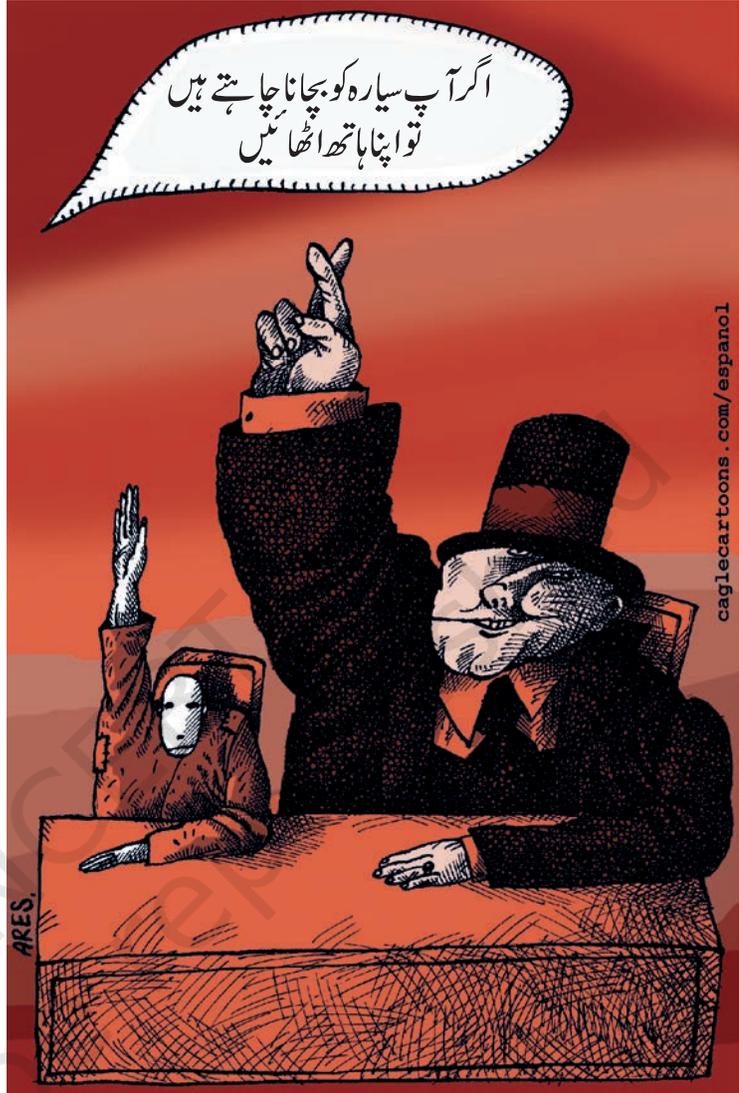
## عصری عالمی سیاست

نظر۔ ریوڈی جیفر وکی چوٹی کانفرنس میں یہ بات بہت واضح طور پر سامنے آئی کہ دولت مند اور ترقی یافتہ پہلی دنیا کے ممالک، جن کو عام طور سے 'عالم گیری شمال' (Global North) کہا جاتا ہے، غریب اور ترقی پذیر تیسری دنیا کے ممالک، جنہیں عام طور سے 'عالم گیر جنوب' (Global South) کہا جاتا ہے، سے الگ ماحولیاتی پروگرام پر عمل کر رہے ہیں۔ شمالی ممالک ozone کی مقدار میں کمی اور آفاقی درجہ حرارت میں اضافے کو زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ اس کے برعکس جنوبی ریاستیں فکر مند تھیں کہ ماحولیاتی نظم و نسق اور معاشی ترقی کے درمیان تعلق پر غور کیا جائے۔

ریوڈی جنیرو کی چوٹی کانفرنس کے نتیجے میں آب و ہوا میں تبدیلی، جنگلات اور مختلف انواع کی حیاتیات پر مجلسین منعقد ہوئی اور ترقی کے عمل کی ایک فہرست کی سفارش کی گئی جس کو 'ایجنڈا 21' کا نام دیا گیا۔ لیکن اس نے اکثر مشکلات اور اختلافات کو بغیر کسی فیصلے کے چھوڑ دیا۔ ہر حال اس بات پر اتفاق رائے ہو گیا کہ معاشی ترقی کو ماحولیات سے ہم آہنگ کیا جائے گا۔ ترقی کی جانب اس رجحان کو عام طور سے پائیدار فروغ (Sustainable Development) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ مسئلہ یہ تھا کہ آخر اس کو کس طرح سے حاصل کیا جائے۔ کچھ تنقید نگاروں کا خیال ہے کہ ایجنڈا 21 ماحولیاتی تحفظ کے بجائے معاشی ترقی کے حق میں ہے۔ آئیے ہم ماحولیات کی عالمی سیاست کے کچھ متنازع فیہ مسائل پر نظر ڈالتے ہیں۔

## عالم گیر مشترکات کی حفاظت:

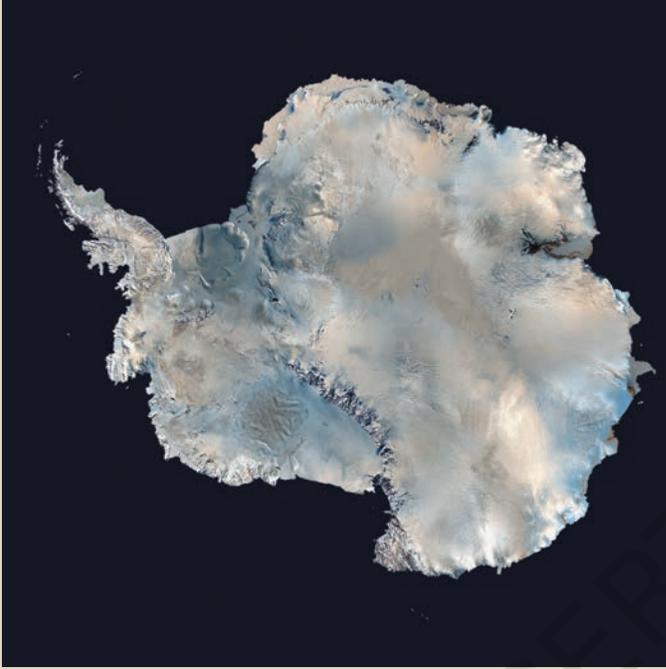
مشترکات (Commons) دراصل وہ وسائل ہیں جن



کیا خطرات کے تحفظ کے لیے غریب اور دولت مند ملکوں کے الگ الگ نظریات ہیں؟

Summit بھی کہتے ہیں۔ اس چوٹی کی کانفرنس میں 170 ملکوں، ہزاروں NGOs یعنی غیر سرکاری تنظیموں اور کئی کثیر الاقوامی کارپوریشن نے شرکت کی تھی۔ پانچ سال پہلے 1987 کی برنٹ لینڈ رپورٹ 'ہمارا مشترکہ مستقبل' (Our Common Future) نے یہ تنبیہ کی تھی کہ معاشی ترقی کے روایتی انداز طویل عرصے تک شانہ بہ شانہ نہ چل سکیں گے، خاص طور سے 'جنوب' کی جانب سے مزید صنعتی ترقی کے مطالبے کے پیش

## انٹارکٹیکا (ANTARCTICA)



نقشہ قطب جنوبی

انٹارکٹیکا براعظم کا رقبہ 14 ملین مربع کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے اور دنیا کے غیر آباد علاقے کا 26% حصہ ہے۔ خطہ ارض کے 90% برف کی اور 70% تازہ پانی کی نمائندگی کرتا ہے۔ قطب جنوبی میں مزید 36 ملین مربع کلومیٹر سمندر بھی شامل ہے۔ اس میں زمینی زندگی کم ہے لیکن سمندری ماحولیاتی نظام بہت زرخیز ہے جس میں چند قسم کے پودوں، دودھ پلانے والے سمندری جانور، مچھلیوں اور پرندوں کے غول درغول جنھوں نے اپنے کو مشکل حالات کا عادی بنا لیا ہے۔ اس کے علاوہ کیل (Krill) ہے جس کی سمندری غذا کے سلسلے میں مرکزی حیثیت ہے اور جس پر اور دوسرے جانور انحصار کرتے ہیں۔ قطب جنوبی موسمیاتی توازن برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ برف کی گہری تہیں گرین ہاؤس (green house) گیس کے ارتکاز اور ہزاروں سال پہلے کے ماحولیاتی درجہ حرارت کے بارے میں مفید معلومات کا ذریعہ ہیں۔

دنیا میں سب سے زیادہ سرد، سب سے زیادہ دور اور سب سے زیادہ طوفان خیز براعظم کا مالک کون ہے۔ اس سلسلے میں دودھوے دار ہیں۔ کچھ ملک جیسے کہ برطانیہ، ارجنٹائن، چلی، ناروے، فرانس، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ نے یہاں کی سرزمین پر قانونی دعوؤں سے اقتدار اعلیٰ یا خود مختاری تک کے وعدے کیے ہیں۔ دوسری ریاستوں میں سے اکثر نے متضاد نقطہ نظر پیش کیا ہے۔ ان کے خیال میں قطب جنوبی 'عالم گیر مشترکات' میں سے ہے اور کسی ایک ریاست کے دائرہ اقتدار میں نہیں آ سکتا۔ ان اختلافات نے بہر حال ان کوششوں پر روک نہیں لگائی جو قطب جنوبی کے ماحول اور ماحولیاتی نظام کے دفاع کے لیے کی جا رہی تھیں۔ ان کوششوں میں وہ اصول و ضوابط بھی شامل ہیں جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے نئی خصوصیات کے حامل اور دور رس ہیں۔ قطب جنوبی اور قطبی (Arctic) علاقے، ماحولیاتی تحفظ کے خصوصی علاقائی قوانین کے پابند ہیں۔ 1959 کے بعد سے یہاں پر ہونے والی سرگرمیوں کو 'سائنسی تحقیق' مچھلیوں کی تجارت اور سیاحت تک محدود کر دیا گیا ہے۔ ان اقدامات کے باوجود بھی علاقے کے بعض حصوں کو اس آلودگی سے نہیں بچایا جا سکا جو تیل کے فضول بہنے کی وجہ سے وہاں ہے۔



بہت جلد چاند کی ماحولیاتی خستہ حالی واقع ہو جائے گی۔

سے جانے جاتے ہیں۔ ان میں خطہ ارض کا ماحول، قطب جنوبی، (دیکھیے Box) سمندر کی تہ اور خلا شامل ہیں۔ عالم گیر مشترکات کے سلسلے میں ایک دوسرے سے تعاون آسان نہیں ہے۔ اسی سلسلے میں کئی معاہدے ہوئے ہیں جیسے 1959 کا انٹارکٹیکا معاہدہ (Antarctic Treaty، 1987 کی منٹریل پروٹوکول (Montreal Protocol) اور 1991 کی انٹارکٹیکا ماحولیاتی پروٹوکول

کا مالک کوئی ایک نہیں ہوتا بلکہ پوری کمیونٹی اس کی حصے دار ہوتی ہے۔ یہ ایک 'کامن روم' یا 'کمیونٹی سنٹریا پارک' یا دریا بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح سے دنیا کے کچھ علاقے بھی ایسے ہیں جو کسی بھی ریاست کے دائرہ اقتدار سے باہر ہیں اور اس لیے بین الاقوامی برادری کو مشترکہ طور پر اس کا انتظام و انصرام کرنا ہے۔ یہ علاقے عالم گیر مشترکات (global commons) کے نام



براعظم افریقہ میں 1970 کی دہائی میں یہ سب سے بڑی تباہی تھی۔ جس نے پانچ ملکوں کی بہترین زرعی زمین کو سخت پتھریلی پتھر زمین میں تبدیل کر دیا۔ درحقیقت ”ماحولیاتی پناہ گزین“ (Environmental Refugees) کی اصطلاح اسی تباہی کے بعد عام ہوئی۔ اکثر لوگوں کو اپنا گھر چھوڑنا پڑا کیونکہ زراعت ناممکن ہو گئی تھی۔

ماخذ: www.gobartimes.org

نسق بھی جنوب اور شمال کی عدم مساوات یا نابرابری سے متاثر ہے۔ جہاں تک زمینی فضا اور سمندر کی تہوں کا سوال ہے تو یہاں اہم مسئلہ ٹکنالوجی اور صنعتی ترقی کا ہے۔ یہ اہم اس لیے ہے کہ باہری خلا میں تحقیقی سرگرمیوں کے فوائد، موجودہ نسل یا مستقبل کی نسل کے لیے، برابری سے کہیں آگے ہیں۔

### مشترک لیکن ممتاز ذمہ داری

ہم نے اوپر دیکھا کہ شمال اور جنوب کے ملکوں میں ماحول کے مسئلے پر کتنی تفریق ہے۔ ترقی یافتہ ممالک چاہتے

### (Antarctic Environmental Protocol)

تمام ماحولیاتی مسائل کے ساتھ ایک خاص پریشانی یہ ہے کہ ایک مشترکہ ماحولیاتی پروگرام پر اتفاق نہیں ہو سکتا کیونکہ سائنسی معلومات اور اوقات کا معمول اس سلسلہ میں مبہم اور غیر واضح ہے۔ اس ضمن میں 1980 کی دہائی میں ozone hole کی دریافت نے ان مواقع اور ساتھ ہی ساتھ ان خطرات کا بھی انکشاف کیا جو عالم گیر ماحولیاتی مسائل کے حل کرنے کے ساتھ منسلک ہیں۔ بالکل اسی طرح ’عالمگیر مشترکات‘ کی حیثیت سے باہری خلا کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ان علاقوں کا نظم و

Kyoto Protocol کے بارے میں اور معلومات جمع کیجیے۔ وہ کون سے اہم ممالک تھے جنہوں نے اس پر دستخط نہیں کیے تھے اور کیوں؟

آئیے اسے آریں

تصرف میں ہیں، ان پر عائد ہوتی ہیں۔“

United Nations 1992 میں منعقدہ

Framework Convention on

Climate Change (UNFCCC) یعنی اقوام

متحدہ کے آب و ہوا کی تبدیلی کے خاکے کے اجلاس میں

بھی اعلان کیا گیا کہ تمام فریق برابری کی بنیاد پر اور

مشترکہ لیکن ممتاز ذمہ داری اور اپنی اپنی صلاحیتوں کے

مطابق، آب و ہوا اور موسمیات کے تحفظ کے لیے کام

کریں گے۔ اس کنونشن میں موجود تمام فریق اسی نکتے پر

بھی متفق ہوئے کہ تاریخی اور موجودہ عالم گیر زہریلی گیسوں

کا سب سے زیادہ اخراج ترقی یافتہ ممالک سے شروع

ہوا۔ اس بات کو بھی مانا گیا کہ ترقی پذیر ممالک میں یہ اخراج

اب بھی فی کس کے تناسب سے مقابلاً کم ہے۔ لہذا چین،

ہندوستان اور دوسرے ترقی پذیر ممالک کو کیوٹو پروٹوکول

(Kyoto Protocol) کے مطالبات سے مستثنیٰ قرار

دیا گیا۔ کیوٹو پروٹوکول دراصل ایک بین الاقوامی معاہدہ ہے

جس نے صنعتی طور سے ترقی یافتہ ممالک کے لیے گرین

ہاؤس (زیریلی) گیس کے اخراج کے بارے میں حدود

متعین کی ہیں۔ کچھ اور گیسیں جیسے کاربن ڈائی آکسائیڈ،

میٹھین، ہائیڈرو فلورو کاربن وغیرہ کو بھی عالم گیری درجہ

حرارت میں اضافے کے لیے کچھ حد تک ذمہ دار سمجھا

جاتا ہے۔ عالم گیر درجہ حرارت میں اضافہ زمین کے اوپر

کی زندگی کے لیے تباہ کن نتائج کا باعث ہو سکتا ہے۔ اس

پروٹوکول پر جاپان کے شہر ٹوکیو میں 1997 میں دستخط

ہوئے اور اس کی بنیاد UNFCCC کے پیش کردہ

اصولوں پر تھی۔



یہ بھی ایک اچھا اصول ہے۔

جیسے کہ ہمارے ملک کی

ریزیرویشن پالیسی! ہے نا؟

### مشترکہ ملکیت والے وسائل

مشترکہ ملکیت سے مراد کسی گروپ یا کمیونٹی کی ملکیت

ہیں کہ ماحولیاتی مسئلے پر بحث و مہین سے شروع ہونی

چاہیے۔ جیسا وہ اس وقت ہے اور ماحولیاتی تحفظ کے

معاملے میں ہر ایک کو برابر کا شریک ہونا چاہیے۔ جنوب

کے ترقی پذیر ممالک کا یہ کہنا ہے کہ ماحولیات میں

انحطاط اور فساد کا زیادہ تر ذمہ دار وہ صنعتی فروغ ہے جو

ترقی یافتہ ممالک کی دین ہے۔ اگر وہ زیادہ انحطاط کے

ذمہ دار ہیں تو اس کی تلافی کا بڑا ذمہ بھی ان کو ہی اٹھانا

چاہیے۔ اس کے علاوہ ترقی پذیر ممالک ابھی صنعت کاری

کے عمل کے دور سے گزر رہے ہیں لہذا ان کو ان

پابندیوں میں نہیں باندھنا چاہیے جو ترقی یافتہ ملکوں پر

عائد ہوتی ہیں۔ لہذا بین الاقوامی ماحولیاتی قانون

سازی، اس کے نفاذ، فروغ اور ترجمانی میں ترقی پذیر

ممالک کی خاص خاص ضرورتوں کو دھیان میں رکھنا

چاہیے۔ ریوڈی جنیرو کی 1992 کی چوٹی کانفرنس میں

اس دلیل کو مان لیا گیا تھا اور اس اصول کو مشترکہ لیکن

ممتاز ذمہ داریوں، کا نام دیا گیا۔

ریوڈی جنیرو کے اعلانیہ کے متعلقہ حصہ میں یہ کہا

گیا ہے کہ ”ریاستیں ایک دوسرے سے ساجھے داری کے

جذبہ کے ساتھ زمین کے ماحولیاتی نظام کی سالمیت اور

صحت کو برقرار رکھنے حفاظت کرنے اور جمع کرنے میں

تعاون کریں گی۔“

عالم گیر ماحولیاتی انحطاط میں کم اور زیادہ حصے

داری کے پیش نظر ریاستوں کی مشترکہ لیکن علاحدہ علاحدہ

ذمہ داریاں ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک کو ان ذمہ داریوں

کا پورا احساس ہے جو پائیدار فروغ، کے حصول کی تلاش

میں اور ان دباؤں کے پیش نظر جو ان کے سماج، عالم گیر

ماحولیات، اور مالی اور ٹیکنالوجیکل وسائل جو ان کے

## عصری عالمی سیاست

ادارتی نظام بنایا گیا ہے کو دیکھا جاسکتا ہے۔ جنوبی ہندوستان کی جنگلات کی پٹی میں واقع مقدس درختوں کے جھنڈ روایتی طور سے گاؤں کی برادری ہی کے زیر انتظام رہے ہیں۔

## ماحولیاتی مسائل پر ہندوستان کا موقف

1997 کے کیوٹو پروٹوکول پر ہندوستان نے اگست 2002 میں دستخط کیے اور پھر اس کی توثیق کی۔ ہندوستان چین اور دوسرے ترقی پذیر ممالک کو کیوٹو پروٹوکول کے مطالبات سے مستثنیٰ کر دیا گیا تھا کیونکہ گرین ہاؤس گیس کا اخراج (جو کہ آج کل کے دور میں عالمی درجہ حرارت میں اضافہ اور آب و ہوا میں تبدیلی کا ذمہ دار سمجھا جاتا ہے) ان ممالک کے صنعت کاری کے

ہے۔ ایک مانا ہوا اصول اس سلسلے میں یہ ہے کہ کمیونٹی یا گروپ کے اراکین کو کسی خاص وسیلہ یا وسائل کے استعمال کی حد، نوعیت اور اس کی دیکھ بھال کے متعلق تمام حقوق و فرائض حاصل ہیں۔ مثال کے طور پر ہندوستان میں صدیوں کے رواج اور مفاہمت کے ذریعے بہت سی دیہی برادریوں نے ان حقوق و فرائض کو واضح کر دیا ہے۔ کئی اسباب کی بنا پر جن میں ذاتی ملکیت بنانے کے رجحان، زراعت پر زور، آبادی میں اضافہ اور ماحولیاتی انحطاط شامل ہیں، مشترکہ ملکیت کو دنیا بھر میں سائز اور معیار کے اعتبار سے نقصان پہنچا ہے اور یہ غریبوں کی پہنچ سے بھی دور ہو گئی ہیں۔ مشترکہ ملکیت کے واضح تصور کے لیے سرکاری جنگلات میں موجود مقدس درختوں یا درختوں کے جھنڈ کی دیکھ بھال کے لیے جو



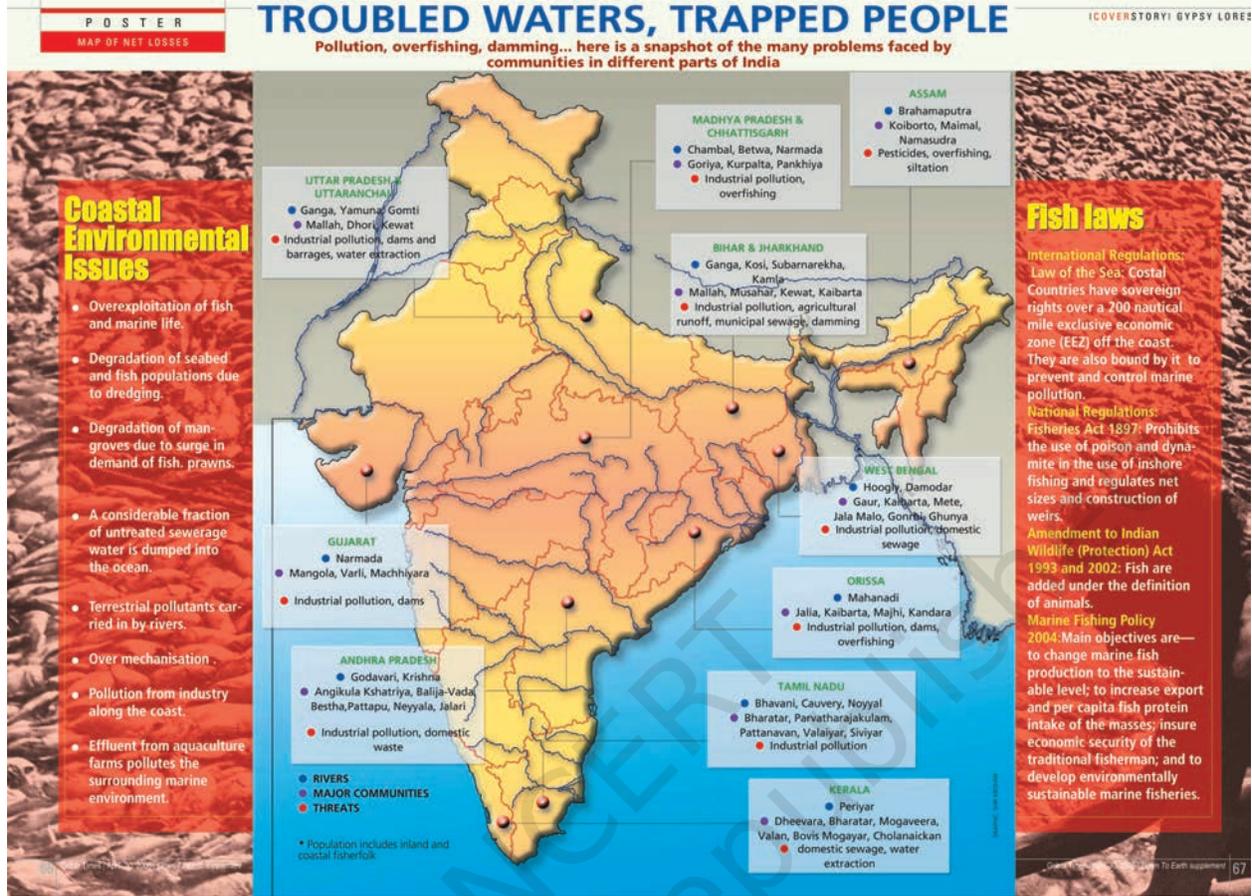
میں نے سنا ہے کہ لاطینی امریکا میں کچھ دریاؤں کو بیجا جارہا ہے؟ کیا مشترکہ ملکیت کو بیجا جاسکتا ہے؟

## ہندوستان میں قابل احترام جنگلات

روایتی سماجوں میں مذہبی اسباب کی بنا پر قدرت یا فطرت کی حفاظت ایک قدیمی دستور رہا ہے۔ اس کی مثال ہندوستان کے مقدس یا قابل احترام جنگلوں (کچھ دیوی، دیوتاؤں کے نام، یا اجداد کی ارواح سے وابستہ کیے ہوئے جنگلی نباتات یا درختوں کے جھنڈ) میں دیکھی جاسکتی ہے۔ برادری کی ذمہ داری پر مبنی وسائل کے نظم و نسق کے نمونے کے طور پر ان قابل احترام جنگلوں کو پچھلے چند سالوں سے جنگلاتی تحفظ کے لٹریچر (Literature) میں جگہ ملنے لگی ہے۔ یہ مقدس جنگل ایسے نظام کی طرح ہیں جو غیر رسمی طور سے روایتی برادریوں پر یہ دباؤ ڈالتا ہے کہ وہ ایک ماحولیاتی سلیقہ کے مطابق قدرتی وسائل کی کٹائی چھٹائی کرے۔ کچھ محققین کا خیال ہے کہ ان میں نہ صرف مختلف النوع جانداروں اور ماحولیاتی سرگرمیوں کو برقرار رکھنے کی صلاحیت ہے بلکہ تمدنی سرگرمیوں کو بھی۔

مقدس جنگلات، جنگلاتی تحفظ کے طریقوں کو ایک ٹھوس مجموعے کی شکل دیتے ہیں اور وہ مشترکہ ملکیت والے وسائل کے نظام کی خصوصیات میں برابر کے شریک ہیں۔ ان کا رقبہ کبھی درختوں کا چھوٹا سا جھنڈ ہوتا ہے اور کبھی سینکڑوں ایکڑ پر پھیلے ہوئے جنگل۔ روایتی طور سے قابل احترام جنگلوں کی قدر و قیمت اپنی روحانی اور تمدنی خصوصیات کی وجہ سے ہے۔ ہندو عام طور سے قدرتی اشیا کی پوجا کرتے ہیں جن میں درخت اور جنگل شامل ہیں۔ بہت سے مندروں کا اصل ماخذ یہی قابل احترام جنگل ہیں۔ ان جنگلوں کو محفوظ رکھنے کے پیچھے، قدرت کے ساتھ گہری مذہبی عقیدت کا فرما ہے نہ کہ وسائل کی قلت۔ پچھلے چند سالوں میں انسانی بستوں اور ان کی توسیع نے ان جنگلوں کے کچھ حصوں کو تھمیا لیا ہے۔

بہت سی جگہوں پر ان روایتی جنگلوں کی مروجہ شناخت، جنگلوں کے بارے میں حکومت کی نئی پالیسیوں کی وجہ سے دھندلی ہوتی جا رہی ہے۔ قابل احترام جنگلوں کی دیکھ بھال اور خدمت میں اس وقت دشواری پیش آتی ہے جب قانونی ملکیت اور عملی انتظام دو الگ الگ ہستیوں کے ہاتھ میں ہوا اور یہ دونوں ہستیاں، یعنی حکومت اور کمیونٹی یا برادری، قابل احترام جنگلوں کے استعمال کے بارے میں الگ الگ مقاصد اور لائحہ عمل رکھتے ہوں۔



میں سمجھ گیا! پہلے انھوں نے زمین کو برباد کیا اور اب ہماری باری ہے وہی کرنے کی! کیا یہی ہمارا موقف ہے؟

سے یہ کارروائی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ہندوستان کی گفت و شنید کا دارومدار زیادہ تر تاریخی ذمہ داری کے اصول پر ہے جیسا کہ UNFCCC میں موجود ہے۔ اس میں یہ مانا گیا ہے کہ گرین ہاؤس (زیریلی) گیس کے اخراج، خواہ وہ پہلے کی ہوں یا موجودہ، کے معاملہ میں ترقی یافتہ ممالک زیادہ ذمے دار ہیں۔ مزید یہ کہ، معاشی اور سماجی فروغ ترقی پذیر فریقوں کی اولین کوشش ہونی چاہیے۔ اس لیے ہندوستان ان بحث و مباحثہ سے فکرمند ہے جو ابھی حال ہی میں UNFCCC میں ہوئے جو تیزی سے ترقی کرتے ہوئے ممالک (جیسے برازیل، چین اور ہندوستان) کو ان کے ابتدائی وعدوں سے متعارف کرانا چاہتے ہیں اور ان کی زیریلی گیس کے اخراج کو محدود کرنا

دور میں نسبتاً بہت کم تھا۔ لیکن کیوٹو پروٹوکول کے ناقدین کا کہنا ہے کہ جلدی یا دیر میں، چین اور ہندوستان بھی دوسرے ترقی پذیر ممالک کے ساتھ گرین ہاؤس گیس کے اخراج میں بڑے حصے دار ہو جائیں گے۔ جون 2005 میں G-8 کی میٹنگ میں ہندوستان نے اس نکتے پر زور دیا کہ آبادی کے فی کس تناسب کے لحاظ سے ترقی پذیر ممالک میں گیس کے اخراج کی شرح ترقی یافتہ ممالک کے مقابلہ میں ایک قطرہ جیسی ہے۔ مشترکہ لیکن ممتاز ذمہ داری کے اصول کے مطابق ہندوستان کا کہنا ہے کہ اس اخراج کی روک تھام کی بڑی ذمہ داری ترقی یافتہ ممالک پر عائد ہوتی ہے کیونکہ وہ ایک طویل عرصے

## عصری عالمی سیاست

اس کے علاوہ ہندوستان کے پاس دنیا کے قابل تجدید توانائی کے سب سے بڑے پروگرام ہیں۔

ریو میں ارضی چوٹی کانفرنس میں جو معاہدہ ہوا تھا ہندوستان نے 1997 میں اس کے نفاذ کا ایک جائزہ لیا۔ ایک قابل ذکر نتیجہ یہ سامنے آیا کہ نئے اور اضافی مالی وسائل اور رعایتی شرطوں پر ماحولیاتی اعتبار سے بہتر ٹیکنالوجی کے ترقی پذیر ممالک کو منتقلی کے پروگرام میں کوئی بامعنی اور خاطر خواہ اقدام نہیں کیے گئے ہیں۔ ہندوستان کے خیال میں یہ بہت ضروری ہے کہ ترقی یافتہ ممالک ترقی پذیر ممالک کو مالی وسائل اور شفاف ٹیکنالوجی جلد سے جلد مہیا کریں تاکہ وہ UNFCCC سے کیے گئے وعدوں کو نباہ سکیں۔ ہندوستان کا یہ بھی خیال ہے کہ SAARC ممالک عالم گیر ماحولیاتی مسائل کے مقابلے کے لیے ایک مشترکہ حکمت عملی اختیار کریں تاکہ اس علاقے کی آواز میں زیادہ وزن پیدا ہو۔

## ماحولیاتی تحریکات: ایک یا کئی؟

اب تک ہم نے دیکھا کہ بین الاقوامی سطح پر ماحولیاتی انحطاط کی مشکل پر حکومتوں کا کیا رد عمل رہا ہے۔ لیکن ماحولیاتی انحطاط یا تنزل کے چیلنج کا تشفی بخش جواب حکومتوں کی جانب سے نہیں بلکہ ان رضا کار گروہوں کی طرف سے آیا جو دنیا کے مختلف گوشوں میں کام کر رہے ہیں اور ماحولیاتی شعور رکھتے ہیں۔ ان میں سے کچھ بین الاقوامی سطح پر کام کرتے ہیں لیکن زیادہ تر مقامی سطح پر کام کرتے ہیں۔ یہ ماحولیاتی تحریکات اس وقت دنیا کی سب سے زیادہ فعال، متحرک اور متنوع سماجی تحریکوں

چاہتے ہیں۔ ہندوستان کا خیال ہے کہ یہ رائے UNFCCC کی روح کو مجروح کرتی ہیں۔ نہ ہی یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان پر کوئی پابندی لگائی جائے جب کہ 2030 تک ملک کافی کس کاربن کا اخراج دنیا کی 2000 تک کی 3.8 ٹن کی آدھی سے کم کی نمائندگی کرتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ہندوستان میں 2000 میں گیس کے اخراج میں اضافہ 0.9 ٹن فی کس کے حساب سے 2030 میں 1.6 ٹن فی کس تک پہنچ جائے گا۔

ہندوستانی حکومت پہلے ہی سے اکثر پروگراموں کے ذریعے عالمی کوششوں میں شرکت کر رہی ہے۔ مثال کے طور پر ہندوستان کی 'خود کار ایندھن پالیسی' گاڑیوں کو زیادہ صاف ستھرے ایندھن کی فراہمی کرنا ضروری قرار دیتی ہے۔ 2001 کے منظور شدہ توانائی کو بچانے کے قانون (The Energy Conservation Act) میں ان اقدامات کا خاکہ دیا گیا ہے جو توانائی کی کارکردگی بہتر بنانے کے لیے آزمائے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح سے 2003 کا Electricity Act قابل تجدید توانائی کے استعمال کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ قدرتی گیس کی درآمد اور کونکے کی شفافیت کی ٹکنالوجی کے استعمال کی حوصلہ افزائی کا حالیہ رجحان یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہندوستان اس معاملے میں سنجیدہ کوشش کر رہا ہے۔ حکومت ایک حیاتیاتی ڈیزل کا قومی مشن (National Mission on Biodiesel) کو شروع کرنے کے بارے میں بھی غور کر رہی ہے۔ 2011-2012 تک تقریباً گیارہ ملین ایکڑ زمین بائیو ڈیزل (Biodiesel) کی پیداوار کے لیے استعمال کرے گی۔

## کیا جنگل ”بیابان“ ہوتے ہیں؟



جنوب کی جنگلاتی تحریکیں شمال سے اس طرح مختلف ہیں کہ اول الذکر کے جنگلات میں اب بھی انسانی آبادی موجود ہے، جب کہ آخر الذکر کے جنگلات قریب قریب انسانی آبادی سے مبرا ہیں، یا کم از کم ایسا سمجھا جاتا ہے۔ ایک حد تک یہ شمال کے بیابان کے عام خیال کی وضاحت کرتا ہے کہ بیابان کے معنی ”جنگلی مقام“ کے ہیں، جہاں لوگ نہیں رہتے۔ اس زاویہ نظر کے مطابق انسان کو قدرت کا حصہ نہیں سمجھا جاتا۔ بالفاظ دیگر ”ماحول“ کو ایک دور دراز مقام کے طور پر دیکھا جاتا ہے، جسے پارک اور پناہ گاہیں بنا کر محفوظ کر دینا چاہیے۔ دوسری جانب جنوب کے ممالک میں زیادہ تر ماحولیاتی مسائل اس مفروضے پر مبنی ہیں کہ جنگلوں میں لوگ رہتے ہیں۔

بیابان کے نظریات آسٹریلیا، اسکیٹڈی نیوی ممالک، شمالی امریکہ اور نیوزی لینڈ میں نمایاں رہے ہیں۔ ان علاقوں میں ابھی تک نسبتاً کم ترقی یافتہ بیابانوں کے بڑے بڑے قطعات موجود ہیں۔ یہ صورت حال یورپ کے اکثر ملکوں کے برعکس ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جنوب کے ملکوں میں بیابان کی تحریکوں کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ فیلیپائنز میں سبز تنظیمیں چیل اور دوسرے شکار کرنے والے پرندوں کو نابیدگی سے بچانے کی لڑائی لڑ رہی ہیں۔ ہندوستان میں بنگال کے شیر کی خطرناک طور پر کم تعداد کے تحفظ کی لڑائی لڑی جا رہی ہے۔ افریقہ میں ہاتھی

دانت کی تجارت اور ہاتھیوں کے وحشیانہ ذبیحہ کے خلاف ایک لمبی مہم چھیڑی گئی ہے۔ بیابان کی جدوجہد کی کچھ مشہور ترین لڑائیاں برازیل اور انڈونیشیا اور ان بیابانی بستیوں کے تحفظ پر ہوئی ہیں جو ان متنوع جنگلاتی زندگیوں کا سہارا ہیں۔ حال میں بہت سے بیابانی مسائل کا نام بدل کر حیاتیاتی تنوع کے مسائل رکھ دیا گیا ہے۔ کیونکہ بیابانی کے تصور کو جنوبی ممالک میں مقبول بنانا مشکل ثابت ہوا ہے۔ ان میں سے بہت سی مہمات اور تحریکوں کی ابتدا اور ان کے لیے روپے پیسے کا انتظام غیر سرکاری تنظیموں نے مقامی لوگوں کے ساتھ مل کر کیا ہے جیسے کہ عالمی بیابانی فنڈ (World wide wilderness Fund W.W.F)

انڈونیشیا، براعظم افریقہ اور ہندوستان (چند مثالوں کے طور پر) شامل ہیں۔ تیسری دنیا میں جنگلوں کی صفائی یا کٹائی کا کام ایک تشویشناک رفتار سے جاری ہے۔ اور ماحولیاتی سرگرمیوں کے تیس سال گزرنے پر بھی یہ عمل سست نہیں ہوا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے آخری بچے ہوئے بڑے جنگلات کی تباہی و بربادی کا کام پچھلی دہائی سے اور بڑھ گیا ہے۔

زمین پر موجود صنعتوں میں معدنیاتی صنعت سب سے زیادہ طاقت ور ہے۔ عالمی معیشت میں فراخ دلی

میں سے ہیں۔ آج کل سماجی تحریکوں کے اندر ہی سیاسی عمل کی نئی صورتیں پیدا ہوتی ہیں یا ایجاد کی جاتی ہیں۔ یہ تحریکیں نئے نظریات اور طویل المدت تصورات کو جنم دیتی ہیں کہ ہمیں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے۔ یہاں چند مثالوں سے واضح ہو جائے گا کہ تنوع ہی دراصل عصری ماحولیاتی تحریکوں کا طرہ امتیاز ہے۔

جنوب کے حصے میں جنگلاتی تحریکیں سخت دباؤ کا سامنا کر رہی ہیں۔ ان میں میکسیکو، چلی، برازیل، ملیشیا،

آئیے چیکو کریں

آئیے چیکو کریں  
کے متعلق جانکاری  
حاصل کریں۔

## عصری عالمی سیاست

’جنوب‘ کے ممالک میں بڑے بڑے باندھ تعمیر کرنے کا ایک ریلا آ گیا ہے اور ترکی، تھائی لینڈ اور جنوبی افریقہ سے لے کر انڈونیشیا اور چین تک یہ عمل جاری ہے۔ ہندوستان میں کچھ اہم باندھ مخالف اور دیا موافق، تحریکیں چل چکی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ معروف ’نرمد اپچاؤ انڈولن‘ ہے۔ ان باندھ مخالف اور ہندوستان کی دوسری ماحولیاتی تحریکیوں میں سب سے اہم مشترکہ تصور اہنسا یعنی عدم تشدد (Non-Violence) کا ہے۔

## وسائل کی جغرافیائی سیاست

وسائل کی جغرافیائی سیاست اس بارے میں ہے کہ کون، کب، کہاں، کیا اور کیسے حاصل کرتا ہے۔ وسائل ہی نے عالمی سطح پر یورپی طاقت کی توسیع کو اہم مقاصد اور ذرائع مہیا کیے ہیں۔ وسائل ہی بین الملکی حریفانہ کشش میں توجہ کا مرکز ہوتے ہیں۔ وسائل کے بارے میں مغربی جغرافیائی سیاست کی سوچ پر تجارت، جنگ اور طاقت کا تعلق قبضہ جمائے ہوئے ہیں اور جن کا اصل حصہ نوآبادیاتی وسائل اور بحری جہاز رانی تھے۔ کیونکہ بحری طاقت کا دارومدار لکڑی تک رسائی پر تھا تو سترھویں صدی کے بعد یورپ کی بڑی طاقتوں نے بحری کام کے لیے لکڑی کے حصول کو اولیت دی۔ کارآمد وسائل کی اٹوٹ سپلائی، خصوصاً تیل کی اہمیت پہلی اور دوسری عالمی جنگوں کے درمیان اچھی طرح واضح ہو چکی تھی۔

سرد جنگ کے پورے عرصے میں شمال کے ترقی یافتہ ممالک نے ایسے کئی ذرائع استعمال کیے کہ وسائل کی آمد کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے۔ ان میں وسائل کے محل وقوع کے نزدیک اور ذرائع ابلاغ کے بحری راستوں

اور آزادی کے ذریعے جنوب کی اکثر معیشتیں پھر سے کثیر اقوامی کمپنیوں (MNCs) کے لیے اپنے دروازے کھول رہی ہیں۔ کان کنی یا معدنیاتی صنعت سے منسلک زمین سے خام مال



کی برآمدگی، اس کی کیمیاوی اجزاء کا استعمال، اس کی وجہ سے پانی کے راستوں اور زمین کی آلودگی، مقامی نباتات کی کٹائی، بستوں اور برداریوں کا خانماں برباد ہونا، وہ اسباب ہیں جو عالمی سطح پر اس کے خلاف نکتہ چینی اور تنقید کو دعوت دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں فلپائن کی مثال پیش کی جاسکتی ہے۔ جہاں ایک آسٹریلیائی کثیر الاقوامی کمپنی، مغربی معدنیاتی کارپوریشن، Western Mining Corporation، کے خلاف مختلف تنظیموں کے گروپ نے احتجاج کیا، خود اپنے ملک آسٹریلیا میں اس کمپنی کی مخالفت آسٹریلیا کے مقامی باشندوں کے حقوق کی وکالت کے جذبات اور نیوکلیائی مخالف جذبات پر مبنی ہے۔

ان تحریکیوں میں ایک گروپ پانی کے بڑے بڑے باندھوں کے خلاف جدوجہد میں مصروف ہے۔ جس کسی بھی ملک میں کوئی عظیم باندھ بنایا جا رہا ہے وہاں کوئی نہ کوئی ماحولیاتی گروپ اس کی مخالفت کرتا نظر آئے گا۔ دراصل یہ باندھ مخالف تحریکیں ’دریا۔ موافق‘ تحریکیں ہیں جو دریاؤں اور وادیوں کے نظام کا پائیدار اور مساویانہ نظم و نسق چاہتی ہیں۔ شمال میں سب سے پہلی باندھ مخالف تحریک آسٹریلیا میں دریائے فرینکلن اور گرد و پیش کے جنگل کو بچانے کے لئے 1980 کی ابتدا میں شروع ہوئی۔ یہ ایک بیابانی، جنگلاتی اور باندھ مخالف تحریک تھی۔ حال میں

بنگلہ دیش کے شمال مغربی ضلع دیناج پور کے قصبہ پھول باڑی میں کولنے کی کان کو پھر سے جاری کرنے کے منصوبے کے خلاف پوری برادری احتجاج پر اتر آئی ہے۔ یہاں کئی درجن عورتیں 2006 کے کولنے کان کے منصوبے کے خلاف نعرے بازی کر رہی ہیں۔ ان میں سے ایک اپنے شیر خوار بچے کے ساتھ ہے۔



سعودی عربیہ کے پاس دنیا کے ذخیروں کا چوتھا حصہ ہے اور تیل کی پیداوار میں وہ پہلے نمبر پر آتا ہے۔ عراق کے معلوم شدہ ذخیرے سعودی عربیہ کے بعد دوسرے مقام پر آتے ہیں۔ اور چوں کہ مزید تیل کے ذخیروں کی تلاش جارہی ہے اس لیے یہ ممکن ہے کہ عراق کے تیل کے اصل ذخیرے موجودہ معروف ذخیروں سے کہیں زیادہ ہوں۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ، یورپ، جاپان اور ہندوستان اور چین جو اس پٹرولیم کے صارفین ہیں، تیل کے محل وقوع سے بہت دور ہیں۔

عالمی سیاست سے وابستہ ایک اور اہم اور نازک وسیلہ پانی ہے۔ علاقائی تبدیلیوں اور دنیا کے کچھ علاقوں

کے نزدیک فوجی اڈے قائم کرنے کے علاوہ وسائل پیدا کرنے والے ملکوں میں دوستانہ حکومتوں کے قیام کی کوشش، کثیر الملکی کمپنیوں کی پشت پناہی اور مناسب حال بین الاقوامی معاہدوں کی حمایت شامل تھے۔ مغربی روایتی طرز فکر وسائل تک رسائی کے بارے میں تشویش ہی میں مبتلا رہا جس کے لیے سوویت یونین سب سے بڑا خطرہ تھا۔ ایک بڑی تشویش خلیج کے تیل کے وسائل پر اور جنوبی اور وسطی افریقہ کے خاص خاص معدنی وسائل پر اختیارات کی تھی۔

سوویت یونین کے انتشار اور سرد جنگ کے خاتمے کے بعد بھی سپلائی کی برقراری کا تحفظ اور معدنیات کے متعلق تجارتی فیصلے، خاص طور سے ریڈیو ایکٹیو سازو سامان (Radioactive materials) کے متعلق حکومتوں کو پریشان کیے رہتے ہیں۔ بہر حال موجودہ عالمی حکمت عملی میں تیل سب سے اہم وسیلہ ہے۔

بیسویں صدی کے زیادہ حصہ میں عالمی معیشت کا دار و مدار تیل پر رہا جو ایک ناگزیر اور بہ آسانی لے جا سکنے والا ایندھن تھا۔ تیل سے جو بے پناہ دولت وابستہ ہے اس کی وجہ سے اس پر اختیار رکھنے کے لیے سیاسی جدوجہد کا آغاز ہوتا ہے اور پٹرولیم کی تاریخ ایک طرح سے جنگ اور جدوجہد کی داستان بھی ہے۔ مغربی اور وسط ایشیا سے بہتر یہ بات اور کہیں نہیں صادق آتی۔ وسط ایشیا، خاص طور سے خلیج کے علاقے میں جہاں دنیا کا تیس فی صد تیل نکلتا ہے۔ لیکن اس علاقے میں زمین کے تقریباً 64 فیصد تیل کے ذخیرے موجود ہیں جس کی وجہ سے یہ واحد علاقہ ہے جو دنیا کے کسی بھی قابل ذکر تیل کے مطالبے کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

## ہر کھلاڑی اپنی جگہ خوب ہے

”ہماری زندگی میں پٹرولیم پرمیٹی بنی ہوئی چیزوں کی تعداد لامتناہی ہے، ٹوتھ برش، پیس میکر، پینٹ... دنیا کے نقل و حمل کے ذرائع میں تیل 95 فی صد توانائی مہیا کرتا ہے۔ پوری صنعتی ترقی یافتہ دنیا تیل پر زندہ ہے۔ ہم اس کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہمارے استعمال کے لیے تیل کے اربوں بیرل زمین کے اندر موجود ہیں۔ لیکن ملکوں میں پھر بھی اختلاف ہے۔ مشکلوں میں سے ایک یہ بھی ہے“



شیخ پٹرو ڈولہ کالے سونے کی زمین کے بادشاہ

میرا تعلق کالے سونے کی سلطنت کے شاہی خاندان سے ہے۔ میں وہ ہوں جسے لوگ غلیظ دولت مند کہتے ہیں۔ جب سے میری سلطنت میں کالا سونا دریافت ہوا ہے حالات پھر ویسے نہیں رہے ہیں مسٹر بگ آئل اور ان کی حکومت ایک دن تیل تلاش کرتے ہوئے آئے۔ ہم نے تیل دریافت کیا اور ایک معاہدہ بھی کیا۔ انھوں نے مجھ کو اتنا مسخ کر دیا کہ تکلیف ہونے لگی جب میں کھسیانی ہنسی بنتا ہوں میری رعایا مجھ کو خوف سے دیکھتی ہے۔ اس کے بدلے میں بگ آئل اور ان کی اولاد میرا تیل خریدتی ہے اور وفا داری بھی۔ میں اور وہ دونوں دولت مند اور خوش ہیں، میں نے اس سرزمین پر ان کی فوجوں کی موجودگی سے آنکھیں بند کر لی ہیں، مجھے قیمتی اشیاء پسند ہیں۔ بگ آئل کا کہنا ہے کہ ان کے صدر کی نظر میں آزادی اور جمہوریت کی بڑی وقعت ہے۔ لہذا میں نے ان دونوں کو اپنی سرزمین میں محفوظ طریقے سے تالے اور ججی میں بند کر رکھا ہے۔

مشورے کے مطابق میں نے خود سے سوال کیا کہ میں اپنے ملک کے لیے کیا کر سکتا ہوں۔ میرے ملک کو تیل کی بے پناہ بھوک ہے۔ تو... اپنے ملک کے لیے تیل مہیا کرو۔ میں آزادانہ تجارت کے نظام پر یقین رکھتا ہوں۔ دور دراز ملکوں میں تیل کھونے کی آزادی، مٹی کے مادھو جیسے سلطان اور حکمران تیار کرنے کی آزادی تاکہ وہ مقامی آبادی کو دور رکھ سکیں، اور ماحولیات کو تباہ کرنے کی آزادی۔

ہم کوئی سیاست نہیں کھیلتے۔ ان کی انتخابی مہم میں پیسہ دیتے ہیں اور ان سے اپنی کمپنیوں میں سرمایہ کاری کراتے ہیں۔ اس طرح سے ہمیں احمقوں کی طرح ٹی وی کیمرہ کے سامنے مسکرانا اور ہاتھ ہلانے پڑتا۔



مسٹر بگول، گولڈ اینڈ مسز کے CEO



مسٹر اینڈ مسز گولڈ ڈو

زندگی میں موج مستی ہمارے گیرج کے باہر ایک حسین پارک کی ہوئی کھڑی ہے۔ خوبصورت! ہے نا...؟ ملائم کروم فینش، پاور اسٹیئرنگ، بہترین ٹیک اپ اور پٹرول میں کم خرچ، آلودگی بھی کم اور تم جانتے ہو ماحول کے لیے بھی خوش گوار، عالم گیری گرمی وغیرہ وغیرہ... اور اب ہمیں جلدی ہے اور ہم اس کے ساتھ بھاگنا چاہتے ہیں۔ ایک بہتر زندگی کے لیے۔ خدا ہر ایک کو محفوظ رکھے۔ دھوم م م

ٹو پلٹن آزادی اور جمہوریت کا دفاع کرتا ہے۔ اس لیے وہ توپوں اور میزائلوں کے سلسلے میں کافی تخی ہیں۔ جو اس نے ہمیں حملہ آور بد معاشوں کے خلاف لڑنے کے لیے دی تھیں۔ بلکہ اس نے تو ہمیں ٹریننگ بھی دی تھی۔ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ دراصل وہ تیل کے چکر میں تھا۔ بگ آئل ہمیشہ ہماری خوشامد میں لگا رہتا ہے۔ لیکن ہم جنگی کھیلوں میں اچھے ہوئے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں اب ہمارے اپنے قانون ہیں۔

ٹو پلٹن کی حکومت کھیل کے قانون بدلتی رہتی ہے۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ ہم میں سے کچھ اب ٹو پلٹن سے نفرت کرتے ہیں۔ اس کی حکومت سے بھی اور اس کے عوام سے بھی۔ یقیناً ان کی دی ہوئی گولیاں اور میزائل اس وقت بہت کارآمد ثابت ہوتے ہیں جب ہم ان کو ان ہی کے کھیل میں مات دینا چاہتے ہیں۔ غلطی نہ کرنا۔ ہم خطا کار ہیں۔



خطا کار، بے قابو توپ کے گولے

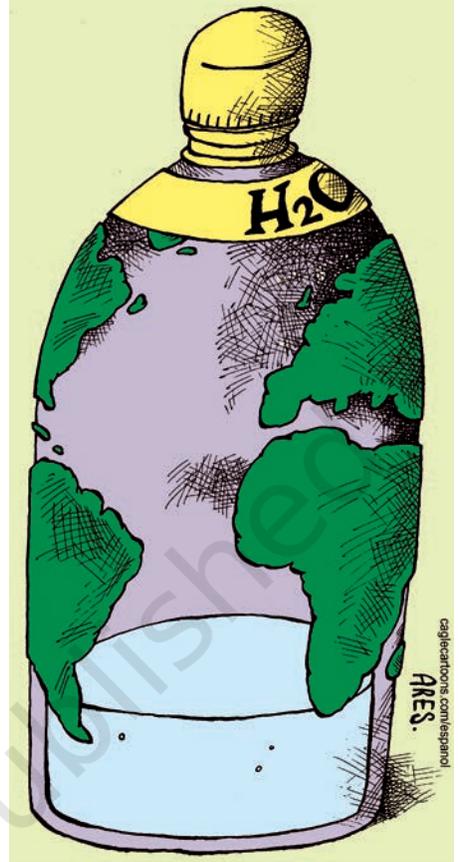


ہمارے اپنے ملک میں پانی کے جھگڑوں سے یہ جھگڑے کس طرح مختلف ہیں؟

ریاستوں (جس طرف سے دریا آ رہا ہے) پر آلودگی، حد سے زیادہ آبپاشی، ڈیم کی تعمیر وغیرہ کا الزام عائد کرتی ہیں جو ان کے خیال میں ان کے حصے میں آئے ہوئے پانی کی افادیت یا کوالٹی کو کم کر دیتی ہے۔ ریاستوں نے پانی کے وسائل پر قبضہ کرنے کے لیے یا ان کو محفوظ رکھنے کے لیے طاقت کا استعمال بھی کیا ہے۔ طاقت کے استعمال کی بہت واضح مثال 1950 اور 1960 کی دہائیوں میں اسرائیل، شام اور اردن کے درمیان ہونے والی فوجی چپقلشیں تھیں جو دریائے اردن اور دریائے یرموک کے پانی کے استعمال پر ہوئی یا ماضی قریب میں دریائے فرات کے اوپر ڈیم کی تعمیر کے سلسلہ میں عراق، شام اور ترکی میں جو فوجی کارروائیاں ہوئیں۔ ایک مطالعے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ ممالک جن کے دریا مشترک ہیں۔ اور اکثر ممالک کے دریا مشترک ہیں، وہ ایک دوسرے سے فوجی تنازعہ میں الجھے ہوئے ہیں۔

### اصل قدیمی باشندے اور ان کے حقوق

دینی باشندوں کا مسئلہ ماحولیات، وسائل اور سیاست کو بھی ساتھ میں جوڑتا ہے۔ اقوام متحدہ قدیمی باشندوں کی تعریف یا پہچان اس طرح سے کرتی ہے کہ یہ ان لوگوں کی اولاد ہیں جو کسی مخصوص علاقہ میں اس وقت آباد تھے جب کہ ایک دوسری نسل اور تمدن کے لوگوں نے دنیا کے دوسرے علاقوں سے وہاں آ کر بستیاں بسائیں اور ان پر حاکم ہو گئے۔ اصل مقامی باشندے اب بھی اپنی پرانی تہذیب معیشت اور ریت رواج اور رسوم کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں بجائے اس ملک کے حاوی وغالب تمدن کے جس میں وہ رہتے ہیں۔



دنیا کا زیادہ تر حصہ پانی ہے لیکن اس کے باوجود کارٹونسٹ نے یہاں زیادہ حصہ زمین کا دکھانے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ تصویر کس طرح پانی کی کمیابی کو پیش کرتی ہے۔ یہ پانی کے اوپر جھگڑے خود ہمارے ملک میں ہونے والے پانی کے اوپر اختلافات سے کیا الگ ہیں؟

میں پانی کی مستقل کمی اس جانب اشارہ کرتی ہے کہ اکیسویں صدی کے اہم تنازعات میں سے مشترکہ تازہ پانی کے وسائل پر جھگڑا اور اختلاف بھی اہم ہوگا۔ عالمی سیاست کے کچھ مبصرین نے زندگی بچھٹنے والے اس وسیلہ پر ہونے والے پُر تشدد اور اختلاف کو پانی کی جنگ کا نام دیا ہے۔ مشترکہ دریاؤں والے ممالک کے درمیان کئی باتوں میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر نشیب والی ریاستیں (جس طرف دریا کا رخ ہے) بلندی والی

## عصری عالمی سیاست

کے ساتھ) اب سے ہزاروں برس پہلے سے پولینیشین (Polynesian)، مالی نیشین (Malanesion) اور مائی کروئیشین (Micronesion) لوگ آباد تھے۔ یہ حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان کے وجود کو اپنی ایک الگ شناخت کے ساتھ تسلیم کرے۔ بہت قدیم زمانے سے، یا ناقابل یادداشت عہد وہ اصطلاح ہے جو قدیمی باشندے اپنی اصل زمین پر قبضہ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ قدیمی باشندوں کے مختلف سماجوں میں، ان کے جغرافیائی محل وقوع سے قطع نظر، زمین اور نظام زندگی کے بارے میں ان کے تصورات میں غضب کی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ زمین کے چھن جانے کا مطلب ایک اہم معاشی وسیلے کا ختم ہو جانا ہے اور یہ قدیمی باشندوں کی بقا کے لیے واضح خطرہ ہے۔ کیا بغیر جسمانی بقا کے سیاسی آزادی کا لطف اٹھایا جاسکتا ہے؟

ہندوستان میں قدیمی باشندے کی اصطلاح کا اطلاق عام طور سے شیڈولڈ قبائل پر ہوتا ہے جو ملک کی



ماحول کا ایک نوالہ  
کیا آپ اس خیال سے متفق ہیں کہ ایک ترقی یافتہ شہری باشندہ  
فطرت کے بارے میں زیادہ لالچی ہوتا ہے۔



عالمی سیاست کے تناظر میں آخر ان تیس کروڑ قدیمی باشندوں کے جو بشمول ہندوستان دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں مشترکہ مفادات کیا ہے؟ فلپائن کے کورڈیلیرا (Cordillera) علاقے میں بیس لاکھ قدیمی باشندے، چلی میں دس لاکھ ماپوچے لوگ، بنگلہ دیش کی چٹگانگ پہاڑیوں کے سلسلے میں چھ لاکھ قبائلی، شمالی امریکہ میں پینتیس لاکھ اصل اور قدیم باشندے (Native) نہر پناما کے مشرق میں پچاس ہزار گونا (Kuna) اور شمالی سوویت میں دس لاکھ اسمال (small) لوگ بستے ہیں۔ دوسری سماجی تحریکوں کی طرح قدیمی باشندے بھی اپنی جد جہد، پروگرام اور حقوق کی بات کرتے ہیں۔

قدیمی باشندوں کا اولین مطالبہ ہے کہ ان کو بھی عالمی برادری میں برابری کا درجہ دیا جائے۔ قدیمی باشندے وسطی اور جنوبی امریکا، افریقہ، ہندوستان (جہاں وہ قبائلیوں کے نام سے جانے جاتے ہیں) اور جنوب مشرقی ایشیا میں رہتے ہیں۔ بحر الکاہل کے اکثر جزائر (نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا کی شمولیت



ہم قدیمی باشندوں اور ان کی تحریکوں کے متعلق زیادہ کیوں نہیں جانتے؟ کیا میڈیا ان کے خلاف تعصب برتا ہے؟

تنظیموں میں صلاح کار کی حیثیت سے شامل کر لیا گیا۔ آگے نویں باب میں عالم گیریت (globalisation) کے خلاف تحریکوں پر جو بحث کی گئی ہے ان میں سے اکثر کامرزی خیال مقامی قدیمی باشندوں کے حقوق پر ہے۔

## حریے، مل جل کر کریں

### اقدام:

- ہر طالب علم کو دس ایسی چیزوں کی فہرست بنانے کو کہا جائے جو وہ روزانہ استعمال کرتا ہے۔ (اس فہرست میں کاغذ، قلم، ربر، کمپیوٹر اور پانی وغیرہ شامل کیے جاسکتے ہیں)
- ہر طالب علم یہ معلوم کرے کہ ان چیزوں کے بنانے میں قدرتی وسائل کا استعمال کتنا ہوا ہے (بنائی ہوئی چیزوں جیسے قلم، کمپیوٹر پر طالب علم وسائل کی مقدار کا اندازہ لگائے گا لیکن پانی وغیرہ جیسی چیزوں پر وہ اس کی پیمنٹ اور صفائی پر خرچ ہوئی بجلی کا اندازہ لگا سکتا ہے) ہر طالب علم مقدار کا اندازہ لگائے گا اور مناسب تخمینہ تک پہنچے گا۔

### استاد کے لیے ہدایات

- تمام فہرستوں کو اکٹھا کر کے، ان وسائل کو جمع کیجیے۔ جو اس کلاس کے طلبانے مجموعی طور سے صرف کیے ہیں (طالب علم یہ کام خود کریں، استاد صرف رابطے کا کام کرے)
- کلاس کے مجموعی خرچ کا موازنہ اسکول کی دوسری کلاسوں سے کیجیے، پھر اسکول کے مجموعہ کا موازنہ ملک کے دوسرے اسکولوں سے کیجیے اور یہ موازنہ دنیا کے دوسرے ملکوں سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ (استاد کو دوسرے ملکوں میں طلبا کے ذریعے استعمال ہونے والے وسائل کا علم ہونا چاہیے۔ ملکوں کے انتخاب میں استاد کو یہ دھیان رکھنا چاہیے کہ وہ ترقی یافتہ اور ترقی پذیر دونوں حصوں میں سے ہونے چاہئیں)
- طلبا سے کہیے کہ وہ ان وسائل کی مقدار کا تصور کریں جو ہم استعمال کر رہے ہیں اور مستقبل کے خرچ کے بارے میں اندازہ لگائیں۔

آبادی کا کم و بیش آٹھ فی صد حصہ ہیں۔ شکار یوں اور چیزیں چگنے والوں کی کچھ چھوٹی برادریوں کو چھوڑ کر، ہندوستان کے قدیمی باشندوں کی اکثر تعداد زندگی گزارنے کے لیے کاشت کاری پر انحصار کرتی ہے۔ اگر ہزاروں سال سے نہیں تو سینکڑوں سال سے تو یقیناً ان کو زمین پر اپنی مرضی کے مطابق یا اپنی دسترس اور قوت کے مطابق کاشت کرنے کی آزادی تھی۔ لیکن برطانوی حکومت کے آنے کے بعد شیڈولڈ قبائل کے علاقے باہری طاقتوں کے زیر اثر آگئے۔ اور اگرچہ ان کو دستوری تحفظ حاصل ہے لیکن ملک کی ترقی کے فائدوں میں سے ان کو کچھ زیادہ حاصل نہیں ہو سکا۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ آزادی کے بعد جتنے بھی ترقیاتی پروجیکٹ تیار کیے گئے اور ان کی بدولت لوگ گھر سے بے گھر ہوئے، قدیمی باشندوں کا گروپ ان میں سب سے بڑا ہے۔

قدیمی مقامی باشندوں کے حقوق سے متعلق مسائل کو اندرونی اور بین الاقوامی سیاست میں ایک طویل عرصے سے نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ 1970 کی دہائی کے دوران، قدیمی مقامی باشندوں کے دنیا بھر کے رہنماؤں کے درمیان بڑھتے ہوئے روابط نے ان کو ایک مشترکہ مفاد کا شعور بخشا اور تجربے کا سا جھی دار بھی۔ 1975 میں قدیمی مقامی باشندوں کی عالمی کونسل (The World Council of Indigenous Peoples) کا قیام عمل میں آیا۔ کچھ دنوں بعد اس کونسل کو اقوام متحدہ میں گیارہ قدیمی غیر سرکاری (NGOs)

- 1- مندرجہ ذیل میں سے کون سا بیان ماحول کے بارے میں بڑھتے ہوئے اندیشوں کو بہتر طریقے سے بیان کرتا ہے؟
- (a) ترقی یافتہ ممالک 'قدرت' کو محفوظ رکھنے کے بارے میں فکر مند ہیں۔
- (b) فطری مسکنوں اور قدرتی باشندوں کے لیے ماحول کا تحفظ لازمی ہے۔
- (c) انسانی سرگرمیوں کے باعث ماحولیاتی انحطاط ایک جاری رہنے والی چیز بن گئی ہے اور یہ خرابی خطرناک سطح تک پہنچ گئی ہے۔
- (d) اوپر میں سے کوئی بھی نہیں۔
- 2- ہر بیان کے آگے جو زمین کی چوٹی کانفرنس سے متعلق ہے، صحیح یا غلط کا نشان لگائیں:
- (a) اس میں 170 ملکوں، ہزاروں NGOs اور اکثر MNCs نے شرکت کی تھی۔
- (b) یہ چوٹی کانفرنس اقوام متحدہ کی سرپرستی میں ہوئی تھی۔
- (c) پہلی بار عالم گیر ماحولیاتی مسائل کو سیاسی سطح پر ٹھوس شکل دی گئی۔
- (d) یہ ایک چوٹی کانفرنس تھی۔
- 3- 'عالم گیر مشترکات' کے بارے میں کون سے بیان صحیح ہیں؟
- (a) زمین کا ماحول، قطب جنوبی، سمندر کی تہ اور خلا کو عالم گیر مشترکات سمجھا جاتا ہے۔
- (b) 'عالم گیر مشترکات' کسی بھی اقتدار اعلیٰ حدود سے باہر ہیں۔
- (c) 'عالم گیر مشترکات' کے انتظام کے سلسلہ میں شمال اور جنوب کی کشمکش ظاہر ہو گئی ہے۔
- (d) شمال کے ملک 'عالم گیر مشترکات' کے تحفظ کے لیے جنوب کے ممالک سے زیادہ فکر مند ہیں۔
- 4- ریوڈی جنیر وکانفرنس کے کیا نتائج تھے؟
- 5- 'عالم گیر مشترکات' کے کیا معنی ہیں۔ اور ان کو کیسے استحصال اور آلودہ کیا جاتا ہے؟
- 6- 'مشترک لیکن ممتاز ذمہ داری' کے کیا معنی ہیں۔ ہم اس نظر یہ کو کیسے عمل میں لاسکتے ہیں؟
- 7- کن وجوہات کی بنا پر 1990 کے بعد سے عالمی ماحولیاتی تحفظ سے متعلق مسائل ملکوں کی فوری توجہ کے مستحق ہو گئے؟
- 8- "سمجھوتہ اور موافقت دوائیسی پالیسیاں ہیں جو کرہ ارض کو بچانے کے لیے ملکوں سے متوقع ہیں۔" ماحولیاتی مسائل پر شمال اور جنوب کے درمیان ہورہی گفتگو کی روشنی میں اس بیان کو اور مضبوط کیجیے۔
- 9- ریاستوں کے سامنے سب سے مشکل چیلنج یہ ہے کہ معاشی فروغ کو بغیر کسی مزید عالمی ماحولیاتی نقصان کے جاری رکھا جائے۔ ہم یہ مقصد کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ کچھ مثالوں کے ساتھ واضح کیجیے۔